اسماء الحسنیٰ

اللہ تعالیٰ کے ناموں کی عصری اور آسان تشریح

عبدالستار خان

الحمدلله والصلاة والسلام علی رسول الله

امابعد

محترم قارئین کرام!

شاید ہم اس دور سے گزر رہے ہیں جہاں امت کا کتاب سے رشتہ ٹوٹ گیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ اردو میں روزانہ نئی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر آ رہی ہیں اور معتد بہ تعداد ایسی بھی ہے جس نے کتاب سے اپنا رشتہ جوڑے رکھا ہے مگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو نئی ٹیکنالوجی نے جہاں ہمیں سہولت پسند بنا دیا ہے وہاں اس نے ہم سے مطالعہ کی عادت چھین لی ہے۔

اسماء الحسنیٰ کے سلسلے میں یہ کتاب اس سلسلے کی پہلی کڑی بلکہ تمہید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے کہ اس موضوع پر سلسلہ وار دروس اور بعد ازاں مضامین تیار کروں۔ یہ مضامین ہفتہ وار روشنی کی زینت بنتے رہے ہیں۔ دوستوں کے مشورے سے اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ بھی تھا تاہم اب اسے ''ای بک'' کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ جہاں روایتی کتاب کی اشاعت اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے وہاں نئے دور میں ''ای بک'' کو پسند کرنیوالوں کی بھی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ دعا کریں کہ اس سلسلے کی دوسری کتاب بھی جلد تیار ہو کر منظر عام پر آ جائے۔

اس کتاب کے جملہ حقوق بحق تمام مسلمان محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو ہمارے لئے نافع اور عمل پر ابھارنے والا بنائے۔ آمین۔

عبدالستار خان

جدہ۔ 31 دسمبر 2011ء

nazar_70@hotmail.com

تمہید

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الأَسْمَاء الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُواْ الَّذِيْنَ يُلْحِدُونَ فِيْ أَسْمَآئِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ ﴾

''اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے، اس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام رکھنے میں راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں، جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اس کا بدلہ وہ پا کر رہیں گے۔'' (1)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

''اچھے ناموں سے مراد وہ نام ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و برتری، اس کے تقدس اور پاکیزگی اور اس کی صفاتِ کمالیہ کا اظہار ہوتا ہے، آیت مذکورہ میں ''الحاد'' کا لفظ استعمال کیا گیا جس کے معنی ہیں وسط سے ہٹ جانا، سیدھے رخ سے منحرف ہو جانا۔ تیر جب ٹھیک نشانے پر بیٹھنے کے بجائے کسی دوسری طرف جا لگتا ہے تو عربی میں کہتے ہیں: **الحد السهم الهدف** یعنی تیر نشانے سے ہٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے نام رکھنے میں الحاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے نام دیئے جائیں جو اس کے مرتبے سے فروتر ہوں، جو اس کے ادب کے منافی ہوں، جن سے عیوب اور نقائص اس کی طرف منسوب ہوتے ہیں یا جن سے اس کی ذات اقدس و اعلیٰ کے متعلق کسی غلط عقیدے کا اظہار ہوتا ہو'' (2)

....

(1) الاعراف 180

(2) تفہیم القرآن: سورۃ الاعراف، حاشیہ 142۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا علم کیوں ضروری ہے؟ اس لئے کہ ''تصور کا نقص نام کے نقص کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور نام کا نقص تصور کے نقص پر دلالت کرتا ہے۔ تصور کی خرابی تعلق کی خرابی میں رونما ہوتی ہے اور اس تصور کی صحت و درستی تعلق کی صحت و درستی میں نمایاں ہو کر رہتی ہے'' (3)

انسانی وجود کے 3 پہلو قابل غور ہیں، روح، نفس اور جسم۔ روح انسانی وجود کا علوی پہلو ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِيْ ﴾

''اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی''۔(4)

روح انسان کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے قائم کرتی ہے، اسی لئے اسے امر ربی کہا گیا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ ﴾

''یہ لوگ تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں، کہو یہ روح امر ربی ہے''۔(5)

روح انسان کو بلندیوں کی طرف کھینچتی ہے بلکہ وجودِ انسانی میں روحِ خداوندی ہی انسانیت کا حقیقی شرف ہے۔

جسم مٹی سے بنا ہے لہذا اس کا رجحان ہمیشہ زمین کی طرف رہا ہے۔ وجودِ انسانی میں جسمانی تقاضے وجود کا سفلی (پست) پہلو ہیں۔ زن، زر اور زمین کی محبت اسی وجود کے کرشمے ہیں جبکہ نفس ان دونوں کے درمیان ہے۔ نفس کا ایک حصہ روح کے تقاضوں پر مبنی ہے، یعنی بلندیوں کی طرف مائل ہے جبکہ دوسرا حصہ حیوانی تقاضوں پر مبنی ہے اور پستیوں کی طرف مائل ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ

....

(3) ایضا۔

(4) الحجر 29

(5) الاسراء 85

نے نفس میں اچھائی اور برائی دونوں رکھ دیئے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴾

''اس نے نفس انسانی میں فجور اور تقویٰ دونوں رکھ دیئے ہیں''۔(6)

گویا نفس میں روح اور جسم، دونوں کے تقاضے جمع کر دیئے ہیں۔اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اپنے عمل کے ذریعہ نفس کے کون سے تقاضوں کو جلا دیتا ہے۔اگر وہ حیوانی وجود کے زمینی تقاضوں کو پورا کرنا اپنا مقصدِ حیات بنالیتا ہے تو وہ اپنی روح کو گھائل کرتا ہے، مادی اور شہوانی تقاضوں کا غلبہ بالآخر اسے حیوانات بلکہ ان سے بھی بدتر درجے پر گرادیتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ﴾

''پھر ہم نے اسے پست ہونے والوں کے پست ترین درجے کی طرف لوٹا دیا''(7)۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

﴿ أُولَـئِكَ كَالأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَـئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴾

''یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر''۔(8)

نفس کے حیوانی تقاضوں پر قابو نہ پانا ہی اصل ناکامی ہے،ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا ﴾

''اور یقیناً وہ ناکام ہوا جس نے اسے دبایا''۔(9)

....

(6) الشمس8

(7) التین5

(8) الاعراف179

(9)الشمس10

اس نفس کی اصلاح کیلئے بھی اسماء الحسنٰی کا علم بہت ضروری ہے۔

توحید اور اس کی حقیقت کو جاننے کیلئے ضروری ہے کہ اسماء الحسنٰی کا علم حاصل کیا جائے۔توحید کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات اور صفات میں یکتا سمجھنا اور اس کی ذات وصفات میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرانا۔توحید اور اس کی اقسام کو سمجھے بغیر دین کے بنیادی تقاضوں کو سمجھنا ممکن نہیں۔ یہ بات معروف ہے کہ توحید کی تین اقسام ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

توحید الوہیت:

بندے کے تمام افعال اللہ کیلئے خالص ہوں،عبودیت،اطاعت اور عجز و نیاز کے جتنے کام ہیں سب اللہ وحدہ لاشریک کے لئے خالص کر دیئے جائیں جن میں سجود و رکوع و نذر و نیاز و دعا وغیرہ شامل ہیں۔

توحید ربوبیت:

اللہ کو اس کے تمام افعال میں ایک مانا جائے۔افعال میں تخلیق اور تدبیر ہیں۔کائنات کی تخلیق اور نظام چلانے اور تدبیر کرنے میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

توحید اسمائے صفات:

اللہ کے تمام بابرکت نام اور صفات جو قرآن وسنت میں ثابت ہیں ان کو بغیر کسی تحریف،تعطیل،تشبیہ اور تمثیل کے تسلیم کرنا۔اس کی کوئی مثال ہے نہ اس کو تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

امت کی موجودہ پستی، ذلت ورسوائی کا علاج اسمائے حسنٰی کے علم میں ہے۔اسماء وصفات تمام مسائل کے حل کی اصل اور بنیاد ہے۔یہی مجرب علاج اور نسخۂ شافی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ﴾

’’پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس

کی رضا کی طلب پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات گگر پر اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری''۔(10)

علامہ حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

''جو اپنی عمارت کو بلند کرنا چاہتا ہے اسے بنیاد مضبوط کرنی پڑے گی کیونکہ عمارت کی بلندی کا تعلق اس کی بنیاد کی مضبوطی سے ہے۔کمزور بنیاد پر عمارت قائم ہوگی تو گر جائے گی لہذا مومن کو چاہئے کہ اپنی عمارت ایمان کی بنیاد پر رکھے۔اس لئے مومن کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، پہلا اللہ تعالیٰ کی اس کے اسماء وصفات کے ذریعہ صحیح معرفت اور دوسرا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت''۔(11)

حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا:

''دنیادار اس دنیا سے رخصت ہو گئے جبکہ ان کو دنیا کی سب سے لذت دینے والی چیز کا ذائقہ نصیب نہیں ہوا''

پوچھا گیا: وہ کیا ہے؟''

فرمایا:

''اللہ کی معرفت''(12)۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

''بندوں کی سعادت وصلاح وفلاح اس میں ہے کہ وہ اللہ کی معرفت حاصل کریں کہ اصل مقصود ومطلوب ہے جس کے بغیر ان کا حال چوپائیوں کی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر ہو جائے گا''۔(13)

....

(10) التوبہ 109

(11) الفوائد 175

(12) حلیة الاولیاء: ابو نعیم، 358/2

(13) مختصر الصواعق المرسلة، 47/1

قرآن مجید کی عظیم تر آیت، آیت الکرسی ہے جس میں اللہ کے 6 نام آئے ہیں۔

ام القرآن سورہ فاتحہ کو کہتے ہیں جس میں اللہ کے اسمائے حسنٰی کا ذکر ہے۔

سورہ الاخلاص قرآن کی ایک تہائی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس صحابی کو جنت کی بشارت دی تھی جو سورہ اخلاص کو محبت کی بنا پر پڑھا کرتے تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک صحابی نماز میں ہمیشہ سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے، رسول اکرم ﷺ کو ان کے بارے میں بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان سے پوچھو وہ کیوں اس طرح کرتے ہیں''

ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا:

''مجھے اس سورہ سے محبت ہے کیونکہ اس میں اللہ کی صفات کا ذکر ہے''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''انہیں خوشخبری دو کہ اللہ بھی ان سے محبت کرتا ہے'' (14)۔

قرآن مجید میں اسماءالحسنٰی کا ذکر 4 مرتبہ آیا ہے:

﴿ قُلِ ادْعُواْ اللّهَ أَوِ ادْعُواْ الرَّحْمَـنَ أَيّاً مَّا تَدْعُواْ فَلَهُ الأَسْمَاء الْحُسْنَى ﴾

''(اے نبی ﷺ) ان سے کہو، اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو اس کیلئے سب اچھی ہی نام ہیں''۔(15)

﴿ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاء الْحُسْنَى ﴾

''وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کیلئے بہترین نام ہیں''۔ (16)

....

(14) بخاری و مسلم

(15) الاسراء 110

(16) طٰہٰ 8

﴿ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِءُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاء الْحُسْنَى ﴾

''وہ اللہ ہی ہے تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے، اس کیلئے بہترین نام ہیں'' ۔(17)

﴿ وَلِلّهِ الأَسْمَاء الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُواْ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَآئِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ ﴾

''اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے، اس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام رکھنے میں راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں، جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اس کا بدلہ وہ پا کر رہیں گے''(18)۔

اہل علم کا اتفاق ہے کہ تمام علوم میں اسمائے حسنیٰ کا علم سب سے افضل و بہتر ہے۔

علامہ ابن عربیؒ کہتے ہیں:

''علم کی فضیلت کا تعلق اس چیز سے ہے جس کے بارے میں معلوم کیا جائے اور اللہ کے اسماء کا علم اس لئے سب سے زیادہ فضیلت والا ہے کیونکہ اس کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے ہے'' ۔(19)

علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان لانا اور ان کا علم حاصل کرنا نیز ان اسماء سے دل لگانا دراصل فلاح تک پہنچانے والا راستہ اور صراط مستقیم ہے۔ انہی اسماء سے راستے کے مسافروں کی عزیمت جوان رہتی ہے اور حوصلے بلند رہتے ہیں۔ مسافر کو راستے میں سنگ میل کی ضرورت ہے اور سنگ میل کے بغیر آدمی سفر نہیں

....

(17) الحشر 24

(18) الاعراف 180

(19) احکام القرآن: علامہ ابن عربی، 804/2

کرسکتا لہذا صراط مستقیم کے سنگ میل یہی اسمائے حسنیٰ ہیں جو منزل مقصود تک لے جاتے ہیں''۔(20)

علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

''اسمائے صفات کا علم ہدایت کی بنیاد، دلوں کا حاصل، عقل کا محور اور عمل کا محرک ہے''۔(21)

علامہ ابن تیمیہؒ ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

''اللہ کی معرفت، معارف کا حاصل ہے، اس کی عبادت اصل مقصد ہے اور اس تک رسائی اصل مطلوب ہے۔ یہی انبیاء کی دعوت کا خلاصہ اور رسالت کا مغز ہے''۔(22)

علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں:

''تمام انبیاء کی دعوت تین بنیادی نکات پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تعارف جسے اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ پکارا جائے، دوسرا اس تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ جو ذکر، شکر، عبادات اور اس کی محبت پر مبنی ہے اور تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی اور راستے پر چلنے کا نتیجہ بندوں کو بتایا جائے کہ وہ اپنے نیک بندوں کے لئے کتنا عظیم اجر اپنے پاس رکھتا ہے''۔(23)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء ﴾

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں''۔(24)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

....

(20) مدارج السالكين: علامه ابن قيم، 110/1

(21) الفتاوىٰ الحموية: علامه ابن تيميه، 196

(22) الفتاوىٰ الحموية: ابن تيميه، 199

(23) الصواعق المرسلة: علامه ابن قيم، 1489/4

(24) فاطر 28

''اللہ سے ڈرنے والے لوگ صرف وہی ہیں جو اللہ کا علم رکھتے ہیں کیونکہ علم جتنا گہرا ہوگا اس سے خشیت بھی اتنی ہی ہوگی''(25)۔

قرآن مجید کی بیشتر آیات میں اس علم کے سیکھنے کی اہمیت واضح ہوئی ہے۔ درج ذیل ارشادات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

*''خوب جان لو کہ اللہ کو ہر بات کی خبر ہے''(26)

*''جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ کی نظر میں ہے''(27)

*''جان لو کہ اللہ بردبار اور درگزر کرنے والا ہے''(28)

*''خوب جان رکھو کہ اللہ سننے اور جاننے والا ہے''(29)

*''تمہیں جان لینا چاہئے کہ اللہ بے نیاز اور حمید ہے''(30)

اس مفہوم اور معنی کی 30 کے قریب آیات ہیں۔

اسمائے حسنیٰ کا علم دل کو شرک وشک اور شبہات اور بدعات سے پاک کرتا ہے۔ علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

''شریعت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بدنی اعمال کا تعلق قلب سے ہے اور قلبی اعمال بدنی اعمال سے زیادہ اہم ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ مومن اور منافق میں فرق دل ہی تو ہے جبکہ دونوں کی نماز

....

(25) تفسیر ابن کثیر 553/3

(26) البقرہ 231

(27) البقرہ 233

(28) البقرہ 235

(29) البقرہ 244

(30) البقرہ 267

اور عبادات ایک جیسی ہیں'' (31)۔

علامہ عزبن عبدالسلام کہتے ہیں:

''دل جب اللہ تعالیٰ کے صفات کمال وجلال کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے اندر تزکیہ پیدا ہوتا ہے اور جب اس کے اندر تزکیہ پیدا ہو تو وہ بدن کو حکم دیتا ہے کہ وہ اعمال کئے جائیں جو شان الٰہی کے مطابق ہوں''۔(32)

سلف صالحین میں سے کسی سے پوچھا گیا:

''کیا دل بھی سجدہ کرتا ہے؟''

فرمایا''ہاں! دل بھی سجدہ کرتا ہے مگر جب وہ سجدہ کرتا ہے تو مرتے دم تک سجدے سے نہیں اٹھتا'' (33)۔

اسمائے حسنٰی کے ذریعہ اللہ کی عبادت کرنے اور اس پر تدبر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

''دل اللہ تعالیٰ کی محبت کیلئے ہی پیدا ہوا ہے، یہی وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ نے اپنی محبت دلوں میں ودیعت کردی ہے، انسان فطرتاً اللہ سے محبت کرتا ہے، فطرتِ انسانی مداخلت کے بغیر رہے تو خودبخود اللہ تک پہنچ جاتی ہے'' (34)۔

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:

''جس کا دل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی ایک اسم سے لگ گیا تو وہ اسم اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کی

....

(31) بدائع الفوائد: ابن القیم، 193/3

(32) شجرة المعارف: العز بن عبد السلام

(33) التعبد بالاسماء والصفات: ولید الودعان

(34) مجموع الفتاویٰ: ابن تیمیه، 134/10

جناب میں اسے لے جائے گا اور جو اسمائے حسنیٰ کے راستے پر چلا وہ اللہ تعالیٰ تک ضرور پہنچے گا، جس نے اس سے محبت کی وہ یقیناً اس کے اسمائے صفات سے محبت کرے گا''(35)۔

رسول اکرم ﷺ کی دعا تھی:

اللهم انی اسألک حبک وحب کل من یحبک وحب کل عمل یقربنی الی حبک

''اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں، ہر اس چیز سے محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور ہر اس عمل سے محبت کا سوال کرتا ہوں جو تیری محبت سے مجھے قریب کر دے''(36)۔

اللہ تعالیٰ کی محبت سے عجز وانکساری اور تذلل پیدا ہوتا ہے۔ بزرگانِ دین میں سے کسی نے کہا:

''اللہ تک پہنچنے کے لئے تمام عبادات کے دروازوں پر گیا تو دیکھا ہر دروازے پر لوگوں کی بھیڑ ہے جس کے باعث مجھے دروازہ میں داخل ہونا مشکل ہو رہا تھا اور جب میں عجز وانکساری اور تذلل کے دروازے پر گیا تو دیکھا کہ یہ بڑا وسیع اور کشادہ دروازہ ہے جس پر لوگوں کی بھیڑ نہیں۔ ابھی میں نے چوکھٹ پر قدم ہی رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آگے بڑھ کر میرا بازو تھام لیا اور مجھے اپنے دربار میں لے گیا''۔(37)

اسمائے حسنیٰ کا علم انسان کے اندر دعا اور قبولیت کی امید پیدا کرتا ہے۔ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے تمام صفات کا یقین رکھتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اللہ غنی ہے کیونکہ فقیر سے نہیں مانگا جاتا، وہ سننے والا ہے کیونکہ بہرے کو نہیں پکارا جاتا، وہ کریم ہے کیونکہ بخیل سے نہیں کہا جاتا، وہ رحیم اور شفیق ہے کیونکہ سنگ دل سے سوال نہیں کیا جاتا، وہ قدرت رکھتا ہے کیونکہ عاجز اور بے بس سے طلب نہیں کیا جاتا۔

....

(35) عدة الصابرین: ابن قیم، 286

(36) ترمذی، علامہ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔

(37) مدارج السالکین: ابن قیمؒ، 461/1

اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اطاعت اور عبادت میں لذت پیدا ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ مشکل اور پریشانی کے وقت فرمایا کرتے تھے:

''اے بلال نماز قائم کر کے ہمیں راحت پہنچاؤ''۔(38)

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

''بے شک اللہ کے 99 نام ہیں، ایک کم سو، جوان کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''(39)

عربی متن میں ''احصاء'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، احصاء کا مطلب صرف یاد کرنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت انہی ناموں کے توسط سے کرنا اور اس کی معرفت حاصل کرنا ہے۔علامہ ابن قیم کہتے ہیں''یہی سعادت اور خوش بختی کا اصل الاصول ہے۔''(40)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ سعدیؒ لکھتے ہیں:

''جنت میں صرف مومنین ہی داخل ہوں گے، ایمان کا سرچشمہ، مصدر و منبع اور جڑ و بنیاد اسمائے حسنٰی ہیں اور انہی کی طرف ایمان پلٹ کر آتا ہے''۔(41)

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

''جسے ابدی سعادت درکار ہو اسے عبودیت کی چوکھٹ سے چمٹے رہنا چاہئے''(42)

علامہ ابونعیم کہتے ہیں''احصاء کا مطلب گنتی یاد کرنا نہیں بلکہ عمل اور ایمان ہے۔''

....

(38) ابو داؤد، علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

(39) بخاری و مسلم

(40) بدائع الفوائد۔ابن قیم

(41) التوضیح والبیان۔علامہ سعدیؒ

(42) مدارج السالک۔ ابن قیم

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فرمان کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محض 99 نام ہیں۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف دعا ہے:

''یا اللہ میں تجھ سے تیرے ہر نام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں ، جو نام تو نے اپنی ذات کے بیان کئے ہیں یا اپنی کتاب میں نازل فرمادیئے یا اپنے کسی بندے کو بطور خاص سکھا دیئے یا جن ناموں کو تو نے اپنے خزانۂ غیب میں محفوظ رکھا ہوا ہے'' (43)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے کچھ اسماء ایسے بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خزانۂ غیب میں محفوظ کر رکھا ہے۔

واضح رہے کہ اسماء الحسنٰی کے متعلق اہل علم نے کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔ان علمی مباحث سے اجتناب کرتے ہوئے ہم آپ کے سامنے وہ چیز پیش کر رہے ہیں جن سے افادہ عام کی توقع ہے۔

(جاری ہے)

نوٹ:
یہ مواد تقریر کی شکل میں ڈی وی ڈی میں بھی دستیاب ہے۔

....

(43) احمد، ابن حبان اور حاکم۔ حدیث صحیح

اسماء الحسنیٰ

اللہ تعالیٰ کے ناموں کی عصری اور آسان تشریح

عبدالستار خان

اللہ ، الالہ

اسماءالحسنٰی میں سب سے پہلے دو ناموں پر روشنی ڈالی جارہی ہے وہ یہ ہیں:

''اللّٰہ''اور''اَلِالٰہ''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّنِیْ أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِیْ ﴾

''میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر'' (1)

''اللہ'' خالق کا خاص اور ذاتی نام ہے جو سب سے بڑا اور جامع ہے۔ یہ اسم تمام اسمائے حسنیٰ میں سب سے زیادہ شان والا ہے، اسی لئے اسے اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔ مخلوق میں اس جیسا کسی کا نام نہیں، اس لئے اس اسم کی کوئی تثنیہ ہے نہ جمع اور نہ ہی اس کی تانیث (2)۔ یہ اسم اسی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے یعنی جو ازل سے ابد تک ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

''انسان کے جملہ اعمال وافعال کا سرچشمہ اس کا ذہن ہے۔ مبدأ افعال ہونے کی حیثیت سے ذہن کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت یہ ہے کہ اس میں کسی خاص قسم کے خیالات راسخ ہوں، مختلف پراگندہ اور منتشر خیالات آتے رہیں اور ان سے جو خیال بھی قوی ہو وہی عمل کے متحرک بن جائے۔

....

(1) طہٰ 14

(2) تثنیہ دو کو کہتے ہیں مثال کے طور پر کریم کا تثنیہ ہے کریمان، اس کی جمع ہے کرماء اور اس کی تانیث سے مراد اس کا مؤنث جیسے کریمہ۔

دوسری حالت یہ ہے کہ وہ پراگندہ خیالی کی آماجگاہ نہ رہے بلکہ چند مخصوص خیالات اس میں اس طرح راسخ ہوجائیں کہ اس کی عملی زندگی مستقل طور پر انہی کے زیر اثر ہو اور اس سے منتشر اعمال سرزد ہونے کے بجائے مرتب اور منضبط اعمال صادر ہوا کریں۔ یہ خیالات جتنے زیادہ گہرے جمے ہوئے ہوں گے سیرت اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوگی اور انسان کی عملی زندگی اتنی زیادہ مرتب، منظّم اور قابل اعتماد ہوگی''(3)۔

اس نام کے مصدر اور اصل کے متعلق علمائے کرام کے درمیان بڑی بحث ہے تاہم اکثریت کا خیال ہے کہ اسم ''اللہ'' کا اصل ''الٰہ'' ہے اور ''الٰہ'' اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَإِلَـٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴾

''تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے، اس رحمٰن اور رحیم کے سوا کوئی اور الٰہ نہیں''(4)۔

اس لفظ کا مادہ ''ا ل ہ'' ہے۔ اس مادے سے جو الفاظ لغت میں آتے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

☆اَلِہَ : حیران وسرگشتہ ہوا۔

☆الهت الى فلان اى سكنت اليه : اُس کی پناہ میں جا کر یا اس سے تعلق پیدا کر کے میں نے سکون حاصل کیا۔

☆اله الرجل ياله ، اذا فزع من امر نزل به فالهه غيره اى اجاره : آدمی کسی مصیبت یا تکلیف سے خوف زدہ ہوا اور دوسرے نے اس کو پناہ دی۔

☆اله الرجل الى الرجل اى اتجه اليه لشدة شوقه اليه : آدمی نے دوسرے کی طرف شدتِ شوق کی وجہ سے توجہ کی۔

....

(3) اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔

(4) البقرہ 163

☆**اله الفصیل اذا ولع بامه :** اونٹنی کا بچہ جو اس سے بچھڑ گیا تھا ماں کو پاتے ہیں اس سے چمٹ گیا۔

☆**لاہ یلیہ لیھا و لاھااذا احتجبت :** پوشیدہ ومستور ہوا۔(5)

انسان کے ذہن میں عبادت کیلئے اولین تحریک اپنی حاجت مندی سے پیدا ہوتی ہے، وہ کسی کی عبادت کا خیال تک نہیں کرسکتا جب تک اسے یہ گمان نہ ہو کہ وہ اس کی حاجت پوری کرسکتا ہے۔

اسے اپنے سے بالاتر سمجھے، نہ صرف رتبے کے اعتبار سے بالاتر سمجھے بلکہ طاقت اور زور کے اعتبار سے بھی بالادستی کا قائل ہو۔

اس کی طاقت، حاجت روائی اور اثر اندازی کی کیفیت پر راز کا پردہ پڑا ہوا ہو۔

اس کی طرف انسان کا اشتیاق سے توجہ کرنا۔(6)

قرآن مجید میں اسم ''اللّٰہ'' 2602 مرتبہ آیا ہے(7)۔

تمام اسماء میں یہ نام سب سے زیادہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ سورہ الحشر کی آخری آیات، آیت الکرسی اور سورہ المجادلہ کی ایک دو آیات کے علاوہ ہر ہر آیت میں یہ اسم مذکور ہے(8)۔

''اللّٰہ'' عربوں کے لئے اجنبی لفظ نہیں تھا۔ قدیم زمانوں سے وہ خالق کائنات کیلئے یہی لفظ استعمال کرتے تھے اور اپنے دوسرے معبودوں میں سے کسی پر بھی اس کا اطلاق نہیں کرتے تھے۔ دوسرے معبودوں کے لئے ان کے ہاں '' الٰہ'' کا لفظ رائج تھا۔

یہ اسم علم، خاص اور جامد ہے جس کا کوئی اشتقاق نہیں۔ تمام اسمائے حسنٰی اپنے معانی اور مفہوم کے

....

(5) الاسماء الحسنٰی، از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ترتیب: عبدالوکیل علوی، ص33۔

(6) قرآن کی 4 بنیادی اصطلاحات، از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ص15 تا 18۔

(7) الجامع لاسماء اللہ الحسنیٰ، حامد احمد الطاھر

(8) الاسنی ، الامام القرطبی، ص273

اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے تین ناموں پر مبنی ہیں:

اللہ، الرب اور الرحمٰن۔

انہی تینوں ناموں میں باقی تمام نام سموئے ہوئے ہیں۔

اسم " اللّٰہ "، میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ الوہیت موجود ہے۔

اسم الرب میں صفاتِ ربوبیت ہے جبکہ اسم الرحمٰن میں جود و احسان اور بر پنہا ہے۔ یہ تینوں نام سورۃ الفاتحہ میں جمع کئے گئے ہیں(9)۔

یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ "الرحمٰن، الرحیم، الخالق، العزیز" اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں، یہ نہیں کہا جاتا کہ "اللہ" الرحمٰن الرحیم کا نام ہے(10)۔

اس نام کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ تمام اسمائے حسنیٰ کا اصل ہے اور تمام اسمائے حسنیٰ اس نام سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلِلّهِ الأَسْمَاء الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا ﴾

"اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے، اس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو"(11)۔

﴿ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاء الْحُسْنَى ﴾

"وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کیلئے بہترین نام ہیں"(12)۔

﴿ قُلِ ادْعُواْ اللّهَ أَوِ ادْعُواْ الرَّحْمَـنَ أَيّاً مَّا تَدْعُواْ فَلَهُ الأَسْمَاء الْحُسْنَى ﴾

....

(9)مدارج السالکین، الامام ابن القیم

(10)فقه الاسماء الحسنی، عبد الرزاق عبد المحسن البدر، ص90

(11)الاعراف180

(12)طه 8

''اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دو، اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو اس کیلئے سب اچھے ہی نام ہیں'' (13)۔

اس اسم کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ تمام اسمائے حسنٰی میں الف اور لام ہونے کی صورت میں حرف ندا داخل نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر الرحمٰن، القدوس میں جب حرف ندا داخل کیا جائے تو یارحمٰن، یاقدوس کہا جائے گا، یعنی الف اور لام حذف ہوگا جبکہ اللہ میں حرف ندا داخل ہوتا ہے جیسے ''یااللہ''۔

اس مبارک نام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اکثر مسنون اذکار میں اسی نام کا استعمال کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر ''**سبحان الله، الحمد لله، الله اكبر، لاحول ولا قوة الا بالله**''۔

اس کی خصوصیات میں سے ہے کہ حضرت آدمؑ کے زمانے سے لے کر اس دنیا کے آخر انسان تک کسی کو یہ جرأت نہیں ہوگی کہ وہ اپنے آپ کو اس نام سے موسم کرے۔ جاہلیت کے تاریک ترین دور میں بھی لوگوں کو معلوم تھا کہ یہ نام خالق و مالک کائنات کا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ﴾

''اگر تم ان سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے'' (14)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نام (اللہ) کو کافروں اور طاغوتوں کے دلوں سے محو کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو اس سے منسوب کریں۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں ''تمام اسمائے حسنٰی سے اس اسم کو کچھ خصوصیتیں حاصل ہیں:

اول یہ کہ ''اللہ'' تمام ناموں کی ابتدا ہے، دوم یہ کہ یہ تمام ناموں میں سے عظیم تر ہے، سوم یہ کہ معانی

---

(13) الاسراء 110

(14) لقمان 25

اور مفہوم کے اعتبار سے سب سے زیادہ جامع ہے، چہارم یہ کہ اس نام کے معانی اور مفہوم بے حد وحساب ہیں، پنجم یہ کہ یہ اللہ کا ذاتی نام ہے جبکہ باقی تمام اسماء اس کی صفات ہیں، ششم یہ کہ عقلی اور شرعی اعتبار سے اس نام کا تعلق خاص اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ہفتم یہ کہ کسی مخلوق کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ اپنے آپ کو اس نام سے موسوم کرے، ہشتم یہ کہ ہر کام میں برکت کے حصول کے لئے اسے استعمال کیا جاتا ہے، نہم یہ کہ تمام امتوں میں معروف تھا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور دہم یہ کہ جب یہ نام زمین سے اٹھ جائے گا تو قیامت برپا ہو جائے گی (15)۔

امام قرطبیؒ کہتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ قیامت برپا کرنا چاہے گا تو زمین میں بسنے والے تمام مومنین کی روحوں کو قبض کرلے گا اور زمین میں باقی رہنے والے فاسقوں اور کافروں کی زبانوں سے یہ نام ''اللہ'' چھین لے گا، اس وقت قیامت برپا ہوگی'' (16)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْاَرْضِ: اَللّٰه اَللّٰه

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک زمین میں کوئی ''اللہ، اللہ'' کہنے والا نہیں رہے گا'' (17)۔

علامہ رازی کہتے ہیں:

اس مبارک نام ''اللہ'' کو جو خصوصیتیں حاصل ہیں وہ کسی دوسرے نام کو حاصل نہیں۔ کلمہ شہادت

....

(15)الاسنی، الامام القرطبی، ص278

(16)الاسنی، الامام القرطبی، ص275

(17)حدیث صحیح: بروایت حضرت انس بن مالکؓ، دیکھئے: مسلم 148، احمد 12043، ترمذی 2207۔

جس کے ادا کرنے سے آدمی کفر سے اسلام میں داخل ہوتا ہے وہ اس نام کے بغیر ادا نہیں ہوتا۔ اگر آدمی ''اشھد ان لا الـٰـہ الا الـرحـمن، الرحیم، وغیرہ کہے تو وہ کفر سے نکل کر اسلام میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ''اشھد الا الہ الا اللہ'' نہ کہے''(18)۔

اسم اللہ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اگر اس میں سے حرف کم کردیئے جائیں تو اس کا مفہوم تبدیل نہیں ہوتا:

''الف'' نکال دیا جائے تو''للّٰہ'' ہوگا۔

ایک'' لام'' نکال دیا جائے تو ''الہ'' ہوگا۔

دونوں ''لام'' نکال دیئے جائیں تو''ھو'' رہ جاتا ہے۔اور''ھو'' کا مخرج سینے سے ہے(19)۔

اسم اللہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہی اول اور آخر مطلوب ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُولُوا: لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

''مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لا الـٰـہ الا اللـٰـہ نہیں کہتے''(20)۔

ایک اور جگہ پر اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ مَاتَ وَھُوَ یَعْلَم اَنَّہٗ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ دَخَلَ الْجَنَّۃ

''جو اس یقین کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوا کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو وہ

....

(18)مفاتیح الغیب، الامام الفخر الرازی

(19)الاسنی، الامام القرطبی، ص280

(20)حدیث صحیح: بروایت حضرت ابوہریرہ، دیکھئے: مسلم 21، بخاری 2946

جنت میں داخل ہوگا‘‘ (21)۔

جس کام کی ابتدا میں یہ نام نہ لیا گیا ہو وہ بے برکت اور جڑ کٹا ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا يَبْدَأُ فِيْهِ بِذِكْرِ اللّٰه فَهُوَ اَبْتَر

’’ہر وہ اہم کام جس کی ابتدا میں اللہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو تو وہ جڑ کٹا ہے‘‘ (22)۔

اس نام کا ذکر کم پر کیا جائے تو وہ بڑھ جاتا ہے، خوف میں کیا جائے تو امن مل جاتا ہے، مشکل ومصیبت میں لیا جائے تو اس کا ازالہ ہوجاتا ہے، تنگی میں لیا جائے تو کشادہ ہوجاتی ہے، غم راحت میں تبدیل ہوجاتا ہے، ذلت عزت میں بدل جاتی ہے اور فقر غنا ہوجاتا ہے۔ یہی وہ نام ہے جس سے برکتوں کا حصول ہوتا ہے، دعائیں قبول ہوتی ہیں اور بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

ہم اپنی دعاؤں میں عموماً ’’اللّٰھم‘‘ کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اس کا مطلب کیا ہے؟۔

علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ **اللّٰھم** کا مطلب ’’یا اللہ‘‘ ہے۔ یہ صیغہ صرف طلب کرنے پر استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے نام کے لئے مستعمل نہیں (23)۔

اللہ تعالیٰ کے ان دو (**الله** اور **الاله**) مقدس اور بابرکت ناموں کے معانی ومفہوم جاننے سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ اس حوالے سے مختلف علماء نے مختلف فوائد کا ذکر کیا ہے، چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

’’اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں پہلی اور بنیادی چیز ایمان باللہ ہے۔ باقی جتنے اخلاقی احکام اور تمدنی قوانین ہیں سب اسی مرکز سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ ملائکہ پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ

....

(21) **حدیث صحیح**: براویت حضرت عثمان بن عفانؓ، دیکھیئے: مسلم 26، نسائی 10888 تاہم امام نسائی اس کی سند پر کلام کیا ہے۔

(22) امام بیہقی نے سنن الکبری میں 3/209 اور 8/330 میں نیز امام طبرانی الکبیر 72/19 میں حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت کیا ہے، علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد 2/3148 میں بھی نقل کیا اور فرمایا: اس کے رواۃ میں صدقہ بن عبد اللہ ہے جسے امام احمد، بخاری، مسلم اور دیگر نے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ اسی راوی کو ابو حاتم اور دحیم نے ثقہ کہا ہے۔

(23) **الجامع لاسماء الله الحسنیٰ، حامد احمد الطاهر**، ص 15

اللہ تعالیٰ کے ملائکہ ہیں، کتابوں پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ ہیں، رسولوں پر اس لئے ایمان کے وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں، یوم آخر پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انصاف کا دن ہے، فرائض اس لئے فرائض ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مقرر کیا ہے، حقوق اس لئے حقوق ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر مبنی ہیں۔ یہ تمام ایمانیات دراصل ایمان باللہ پر قائم ہیں۔اس ایک چیز کو الگ کر دیجئے پھر نہ ملائکہ کوئی چیز ہیں نہ یوم آخرت، نہ رسول اتباع کے مستحق ہیں نہ ان کی لائی ہوئی کتابیں، ایک مرکز کے ہٹتے ہی یہ سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے بلکہ سرے سے اسلام ہی کسی چیز کا نام نہیں رہ جاتا'' (24)۔

''اسلام کا نظریہ ہے کہ:

1) کائنات کا نظم ایک قادر مطلق ہستی کا قائم کیا ہوا ہے اور وہی اسے چلا رہی ہے۔

2) اس قادر مطلق ہستی کے ماتحت بے شمار دوسری ہستیاں ہیں جو اس کے احکام کے مطابق وسیع کائنات کی تدبیر کر رہی ہیں۔

3) انسان کے وجود میں اس کے خالق نے خیر و شر دونوں کے میلانات رکھے ہیں۔ دانائی اور نادانی علم و جہالت دونوں کا اس کے اندر اجتماع ہے، غلط اور صحیح دونوں طرح کے راستوں پر وہ چل سکتا ہے۔ ان متضاد قوتوں اور متخالف میلانات میں سے جس کا غلبہ ہوتا ہے اس کی پیروی انسان کرنے لگتا ہے۔

4) اس تنازع خیر و شر میں خیر کی قوتوں کو مدد پہنچانے اور انسان کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے اس کا خالق خود بنی نوع انسان ہی میں سے ایک بہتر آدمی کو انتخاب کرتا ہے اور اس کو صحیح علم عطا کر کے لوگوں کی ہدایت پر مامور کر دیتا ہے۔

5) انسان کوئی غیر ذمہ دار اور غیر مسؤل ہستی نہیں ۔ وہ اپنے تمام اختیاری اعمال کے لئے اپنے

....

(24) اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

خالق کے سامنے جوابدہ ہے۔ایک دن اس کو ذرے ذرے کا حساب دینا ہوگا اور اپنے اعمال کے اچھے یا برے نتائج دیکھنے ہوں گے''(25)۔

''ایمان اپنے اندر زبردست اور ہمہ گیر طاقت رکھتا ہے جو اس کے سوا کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔ یہ وہ قوت ہے جو دل اور روح پر قبضہ کرتی ہے۔عوام اور خواص، جاہل اور عالم، دانشمند اور بے دانش سبھی کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔جنگل کی تنہائیوں اور رات کی تاریکیوں تک میں اپنا کام کرتی ہے۔ جہاں گناہ سے روکنے والا حتیٰ کہ اس کو دیکھنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا وہاں اللہ تعالیٰ کے حاضر وناظر ہونے کا یقین، پیغمبر اسلام ﷺ کی دی ہوئی تعلیم کے برحق ہونے کا یقین، قیامت کی باز پرس کا یقین، وہ کام کرتا ہے جو نہ کوئی پولیس کا سپاہی کرسکتا ہے نہ عدالت کا حاکم، نہ پروفیسر کی تعلیم''(26)۔

اللہ تعالیٰ کے ان دو مذکورہ ناموں کا علم حاصل کرنے سے ہمارے اندر وسعتِ نظر پیدا ہوگی۔ایمان باللہ کا پہلا خاصہ یہ ہے کہ وہ انسان کے زاویائے نظر کو اتنا وسیع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی غیر محدود سلطنت وسیع ہے۔انسان جب تک دنیا کو اپنے نفس کے اعتبار سے دیکھتا ہے اس کی نگاہ اس تنگ دائرے میں محدود رہتی ہے جس میں اس کی اپنی قدرت، اس کا اپنا علم اور اس کے اپنے مطلوبات محدود ہیں۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد اس کی نظر اپنے ماحول سے نکل کر تمام کائنات پر ٹھہر جاتی ہے۔اب وہ کائنات پر اپنے نفس کے تعلق سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے تعلق سے نگاہ ڈالتا ہے۔اب اس وسیع جہان کی ہر چیز سے اس کا ایک اور ہی رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

ایمان باللہ انسان کو پستی اور ذلت سے اٹھا کر خودداری اور عزتِ نفس کے بلند ترین مدارج پر پہنچا دیتا ہے۔جب تک اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا تھا دنیا کی ہر طاقتور چیز، ہر نفع یا ہر ضرر پہنچانے والی

---

(25)اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

(26)ایضا

چیز، ہر شاندار اور بزرگ چیز کے سامنے جھکتا تھا، اس سے خوف کھاتا تھا، اس کے آگے ہاتھ پھلاتا تھا، اس سے امیدیں وابستہ کرتا تھا مگر جب اس نے اللہ کو پہچانا تو معلوم ہوا جن کے آگے وہ ہاتھ پھیلا رہا تھا وہ خود محتاج ہیں، جن کی بندگی وہ کر رہا تھا وہ سب اسی طرح کے بندے ہیں۔

اللہ پر ایمان رکھنے والے میں خود انکساری کے ساتھ عزتِ نفس اور خشوع وخضوع کے ساتھ ہم رشتہ ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اللہ کی طاقت کے سامنے بالکل بے بس ہوں۔

خالق اور مخلوق کے تعلق کی صحیح معرفت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان سے ان تمام غلط توقعات اور جھوٹے بھروسوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے جو عدم معرفت کا نتیجہ ہے اور انسان خوب سمجھ لیتا ہے کہ ان کیلئے اعتقادِ صحیح اور عملِ صالح کے سوا فلاح ونجات کا کوئی ذریعہ نہیں۔

ایمان باللہ انسان میں ایک ایسی رجائی کیفیت پیدا کر دیتا ہے جو کسی حال میں مایوسی اور شکست دلی سے معلوم نہیں ہوتی۔ مومن کیلئے ایمان امیدوں کا ایک لازوال خزانہ ہے جس سے قوتِ قلب اور تسکینِ روح کی دائمی اور غیر منقطع رسد اس کو پہنچتی رہتی ہے۔

یہی رجائیت، صبر اور استقامت اور توکل علی للہ کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ جاتی ہے جہاں مومن کا دل ایک سنگین چٹان کی طرح مضبوط اور مستحکم ہوجاتا ہے اور ساری دنیا کی مشکلیں، دشمنیاں، تکلیفیں، مضرتیں اور مخالف طاقتیں مل کر بھی اس کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتیں۔ یہ قوت انسان کو بجز ایمان باللہ کے اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتی۔

ایمان باللہ سے غیر معمولی طور سے جرأت اور بسالت اور شجاعت اور شہامت پیدا ہوتی ہے۔ انسان کو 2 چیزیں بزدل بناتی ہیں۔ ایک محبت جو وہ اپنی جان، اپنے اہل وعیال، اپنے مال سے رکھتا ہے۔ دوسرے خوف جو نتیجہ ہے غلط اعتقاد کا کہ نقصان پہنچانے اور ہلاک کردینے کی قوت دراصل ان اشیاء میں ہے جو محض الہ کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

ایمان باﷲ انسان کے دل سے حرص و ہوس اور شک وحسد کے وہ رکیک جذبات بھی دور کر دیتا ہے جو اس کو جلد منفعت کیلئے ذلیل اور ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر ابھارتے ہیں اور بنی نوعِ انسان کے درمیان فساد برپا کراتے ہیں۔

ایمان باﷲ سے تمدن کو فائدہ پہنچا تا ہے، اس سے انسانی جماعت کی افراد میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ نفوس میں پاکیزگی اور عمال میں پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔ لوگوں کے باہمی معاملات درست ہوتے ہیں۔

ان فوائد کے حصول کیلئے ہمیں کیا کرنا چاہئے:

☆شعوری ایمان کا حصول

رسمی اور موروثی ایمان کو شعوری ایمان میں بدلنے کی ضرورت ہے۔ ہماری عام حالت اس وقت یہ ہے کہ ہمارے ایمان کی بنیاد کسی گہرے شعوری اور یقین پر نہیں۔ ہم بے شک اﷲ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں ، اسے علیم وحکیم، حاکم اور معبود تسلیم کرتے ہیں لیکن زیادہ تر صرف اس لئے کہ جن گودوں میں ہم نے آنکھیں کھولی ہیں اور جس ماحول میں ہماری پرورش ہوئی ہے وہاں اسے ایسا ہی مانا اور تسلیم کیا جاتا ہے۔ ایمان میں شعوری کیفیت اور بصیرت کیسے پیدا ہوسکتی ہے، اس کیلئے قرآن وسنت کا متعین کیا ہوا طریقہ موجود ہے جو مکمل اور فطری طریقہ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے نا متوازن، نامکمل اور ناقص طریقوں کو اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

☆لوازم صفات کا تفصیلی علم:

بیداریٔ علم کے سلسلے میں دوسری ضروری تدبیر یہ ہے کہ اﷲ تعالیٰ کی صفات خصوصاً اس کی صفتِ توحید کے تقاضوں سے پوری واقفیت حاصل کی جائے، اس واقفیت کے بغیر ایمان میں وہ جامعیت پیدا نہیں ہوسکتی۔

☆ذکرِ دائمی:

اللہ تعالیٰ کی دائمی یاد علمی اور عقلی طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور ان صفات کے لوازم کی صحیح معرفت پیدا کرنے کی مذکورہ بالا دونوں کوششیں بیداریٔ ایمان کی محض ابتدائی تدبیریں ہیں۔ اگر کوئی شخص انہی پر اپنی کوششوں کو ختم کردے تو یہ ناکافی ہے۔

☆محبتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کی محبت اور پورے ذوق وشوق کے ساتھ اس کی رضا جوئی: ایمان باللہ کا صحیح معنوں میں ایمان باللہ بن جانا کیوں ناممکن ہے اور محبّ بننے کیلئے کیوں ضروری ہے، اس کے 2 اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کی بنا پر جو اس کے اور انسان کے مابین ہے اس بات کا مستحق ہے کہ انسان کی اصلی محبت صرف اسی کیلئے ہو۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ بندگی کے اس بھاری عہد کا جو انسان نے اپنے رب سے باندھ رکھا ہے، بوجھ صرف وہی اٹھا سکتا ہے جس میں محبتِ الٰہی کا جوہر موجود ہو۔

ہم اللہ تعالیٰ کے دو بابرکت نام ''اللہ اور الالہ'' کے معانی اور مفہوم اور ان ناموں کا علم حاصل کرنے کے فوائد کے حوالے سے اپنے فہم کے مطابق روشنی ڈال رہے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دو بابرکت ناموں کے حوالے سے جتنا کچھ لکھا جائے کم ہے، ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے دیگر بابرکت ناموں پر روشنی ڈالتے ہیں۔